ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

# اکیسویں صدی کی اردو غزل میں عصری معنویت

**ڈاکٹر رحمت علی شادؔ**

پرنسپل گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج کمیر ٹاؤن ساہیوال

**محمد افضل بیگ**

سکالر پی ایچ ڈی اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد / لیکچرر، ڈی پی ایس ساہیوال

***Abstract:***
*We have developed so fast through science, technology and media that till 21st century world has become a global village. So the social scenario of the whole world is passing through a process of massive change. Since the writer is representative of his age, a poet of modern age has the real knowledge of his society. It is quite natural that his verses carry diverse topics with new taste of rhythm and modernity. In 21st century, writers have broken the outdated and traditional chains by introducing new diction, modern techniques, different angles of thought and new symbols in their work. In modern age the way of our thinking has also been changed by scientific progress. Urdu ghazal of 21st century is pretty good having all new trends and possibilities as it was full of life in gone days.*

***Key words:*** اکیسویں صدی، گلوبل ویلج، تغیر، اقدار، غزل، فنی وفکری پختگی، جدید لفظیات، عصری آگہی

سائنس، ٹیکنالوجی اور میڈیا کی روز افزوں ترقی نے پوری دنیا کو نہ صرف گلوبل ویلج بنا دیا ہے بل کہ آفاقی سطح پر پورے عالمی سماج کو ایک تیز رفتار تغیر سے دوچار کر دیا ہے جس میں سیاسی و سماجی تہذیبی و ثقافتی، مذہبی و اسلامی اور اقتصادی و معاشی حوالوں سے مسلسل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور برق رفتاری سے اقدار کے پیمانے اور زندگی کے مسائل تبدیل ہوتے نظر آ رہے ہیں؛ کیوں کہ اس ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالوجی کی دنیا میں اقدار کا زوال، عریاں کلچر، ہوس کی اجارہ داری، عوام میں پھیلتا ہوا فرسٹریشن، ہماری مٹتی ہوئی تہذیب، فرقہ بندی، تشدد، عدم تحفظ، مادر پدر آزادی، رشتوں کی شکست وریخت، ناآسودگی اور محرومی کے احساس نے زندگی کو معاشی، روحانی اور مادی نقطہ نظر سے بے چینی و بے اطمینانی اور اضطراری وانتشاری کیفیات سے دوچار کر دیا ہے، ایسے ماحول میں اکیسویں صدی کے جو نقوش ابھر رہے ہیں؛ ان کا احساس وادراک متعدد شعرا کے ہاں دیکھنے کو ملتا ہے کیوں کہ یہ حساس لکھاری اسی ماحول کے پروردہ ہیں تو یقیناً یہی ماحول اور عہد ان ادیبوں پر اپنے اثرات مرتب کرے گا اور اس طرح جو کچھ ان کے دل و دماغ میں ہو گا وہ وہی کچھ صفحہ قرطاس پر اتاریں گے گویا ہر ادیب اپنے عہد اور اپنے ماحول کا ترجمان ہوتا ہے۔

اکیسویں صدی کا شاعر اپنے عہد اور عہد کے مسائل سے پوری طرح واقف ہے۔ اسے تیز رفتار سائنسی ترقی اور تبدیل ہوتی ہوئی قدروں کا مکمل احساس ہے۔ وہ اکابرینِ ادب کی اندھا دھند تقلید اور بندھے ٹکے اصولوں کے بجائے نئی راہ پر گامزن نظر آتا ہے۔ وہ خود کو کسی ایک فکر، تحریک یا نظریے سے خود کو باندھ کر نہیں رکھ سکتا۔ وہ آزاد ہے، آزادی چاہتا ہے۔ وہ ادب کے مخصوص نظریات اور فنی ہیئتوں کی جکڑ بندیوں سے ماوریٰ ہو کر نئی ڈگر پر چلنے کا خواہاں نظر آتا ہے۔ روایتی اور قدیم سوچ میں جکڑے ہوئے اسیر ذہنوں کے برعکس نئی صدی کا شاعر نئی تشبیہات واستعارات، نئی لفظیات اور نئی سوچ کا ترجمان ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ضیاء الحسن کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

"نئی زندگی کو بیان کرنے کے لیے پرانی اصناف، پرانی ہیئتیں اور پرانا اسلوب ناکافی ہے اس لیے نئی ہیئتیں ناگزیر ہیں کیوں کہ نئی ہیئتیں نیا اسلوب بھی لائیں گی اور نئے موضوعات بھی؛ جس سے نئے استعارات اور لفظیات پیدا ہوں گی۔"(۱

ممکن ہے گزشتہ زمانوں میں آزاد غزل، اینٹی غزل، ترقی پسند غزل، جدید، جدید تر اور جدید ترین غزل، جدیدیت، مابعد جدیدیت وجودیت، ساختیات، پسِ ساختیات، تشکیل، ردِ تشکیل اور اس طرح کے اور بہت سے فنی و فکری تجربات کا تصور بھی موجود نہ ہو مگر وقت کے ساتھ ساتھ تصورات ورجحانات، ضروریات اور مسائل ہمیشہ تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اسی لیے اکیسویں صدی کی تیز رفتاری اور جدت نے غزل کے رنگ و آہنگ کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اس طرح اردو غزل متنوع موضوعات، نئے ذائقوں اور جدید رنگ وروپ کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہوئی۔ اکیسویں صدی سیاسی و سماجی، تہذیبی و ثقافتی، علمی و ادبی بل کہ ہر حوالے سے تغیر و تبدل سے دوچار نظر آتی ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
aa
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



آج غزل گو شعرا کا انداز بہت حد تک بدل چکا ہے۔ جدید غزل نے اپنے موضوعاتی تنوع اور رنگ روپ کے حوالے سے اپنا منفرد اور مخصوص رنگ پیدا کیا ہے۔ موجودہ غزل نے جدید لفظیات کے ساتھ نئے نئے مفاہیم اخذ کر لیے ہیں اور اس طرح جذبہ واحساس اور فکر کی نئی سطحیں سامنے آئی ہیں۔

آج کی برق رفتار ترقی کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی بھی تیز ہو گئی ہے اور وہ مشینی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے وہ اس لیے کہ وہ استعجاب و حیرت میں مبتلا ہے۔ وہ دورِ جدید کی چکاچوند ترقیوں اور دہشت زدہ ماحول سے پریشان بھی ہے اور پھر وہ مسکرانا بھی چاہتا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے لوگوں کے نظریات اور سوچوں کے دھارے مسلسل تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔ اب روایتی شاعری کی جگہ نئی رمزیت، نئی اشاریت کا دور دورہ ہے اور بدلا ہوا شعری منظر نامہ آنکھوں کے سامنے ہے؛ جس میں کہیں زمانے کی امامت اور کہیں کہنہ رواجوں سے بغاوت نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے نوجوان شاعر سعید راجہ لکھتے ہیں:

سبھی کہنہ رواجوں سے بغاوت کر رہا ہوں میں

زمانہ مقتدی ہے اور امامت کر رہا ہوں میں(۲

آج کی غزل میں مضامینِ تصوف کی جگہ سیاسی و سماجی، تہذیبی و ثقافتی رویے در آئے ہیں۔ انسان جب نئی صدی میں داخل ہوا تو اس نے اپنے تشخص کی آگہی کے لیے نئے نئے زاویے تلاشنے شروع کر دیے۔ نئی سمتوں اور نئی جہتوں کے بارے میں غور و فکر کو اپنا لیا؛ گو کہ حسن و عشق غزل کا بنیادی موضوع ہے لیکن غزل اپنے موضوعاتی پھیلاؤ کی بدولت غمِ جاناں سے سفر کرتی ہوئی غمِ دوراں اور پھر نت نئی فنی فکری تبدیلیوں کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اکیسویں صدی میں غزل گو شعرا کو وقت کی نزاکت کا شدید احساس ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی ان کی حالت مضطرب ہو جاتی ہے۔

آج کی شاعری میں تشبیہات و استعارات کا نظام بھی جدید ہے۔ نئی نئی لفظیات اور جدید تر تکنیکس بھی برتی جارہی ہیں۔ نئی علامتوں کے استعمال سے غزل میں جاذبیت اور انفرادیت کا عنصر در آیا ہے۔ غزل نے زمانے کی تمام تبدیلیوں سے گہرے اثرات قبول کیے ہیں فرسودہ فکر اور خیال کو پسِ پشت ڈال کر زندگی کو حقائق سے روشناس کروایا ہے۔ روایتی مضامین کے برعکس محبوب کی دسترس سے نکلنے اور رستہ بدلنے جیسی حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے عزیز نبیل لکھتے ہیں:

میں دسترس سے تمہاری نکل بھی سکتا ہوں

یہ سوچ لو کہ میں رستہ بدل بھی سکتا ہوں(۳

غزل طویل مسافت طے کرنے کے بعد نئے لب و لہجے کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہوئی۔ غزل کے مخالفین نے آزاد غزل کے نام پر بحر، وزن، قافیہ اور ردیف سے بے نیاز غزلیں کہہ کر غزل سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود غزل اپنی تمام تر رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ شاعری جسم و روح اور لفظ و معانی کے درمیان اعتدال کا نام ہے؛ یہ نہ صرف عصری آگہی بل کہ فن کی آگہی اور خود آگہی کا اظہار ہے۔ جدید دور میں داخل ہو کر غزل محض حسن و عشق کے گرد ہی نہیں گھومتی بل کہ متنوع موضوعات کو اپنے اندر سمو کر اپنا کینوس مزید وسیع کرتی نظر آتی ہے۔ غزل نے جدید زمانے کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے ان تمام موضوعات و رجحانات کو اپنے اندر جگہ دی ہے جن کی وہ متقاضی تھی۔ آج کے شاعر کو یہ معلوم ہے کہ دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر داؤد محسن کی رائے ہے:

" آج کے شاعر نہ صرف کسانوں اور مزدوروں کی مجبوری و بے بسی کے گیت گانے پر اکتفا کرتے ہیں نہ انقلاب کے ڈھنڈورچی بن کر نعرہ بازی پر اترتے ہیں، نہ رومانیت کے شیدائی ہیں، نہ وصل، ہجر اور انتظار کی مثلث بناتے ہیں۔ نہ عاشق، معشوق اور رقیب کا تکون، نہ معشوق کے گھر کا طواف کرنے کے عادی ہیں، نہ کسی کے قصیدے گانے میں جٹے ہوئے ہیں، نہ فرسودہ جمالیاتی اور فکری امتزاجی کیفیت اور اس سے رونما ہونے والے حالات کے قصے بیان کرنے میں اپنا وقت گزارتے ہیں نہ حالات کا رونا روتے ہیں اور نہ ہی مذہب سے کھلواڑ کرتے ہیں۔ وہ فرد کی تنہائی کی بات نہیں کرتے اور نہ ہی فلسفہ وجودیت کے پیچھے پڑ کر اپنا سر کھپاتے ہیں؛ انہیں معلوم ہے کہ پوری دنیا ایک گلوبل ولیج میں بدل چکی ہے۔"(4

اکیسویں صدی میں اتنی ترقی کے باجود زندگی تناؤ کا شکار ہو چکی ہے۔ عالم کاری کی بدولت انسان تذبذب کا شکار ہے کیوں کہ ایک طرف جدید ترقی کی بدولت ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے عزائم ہیں تو دوسری طرف غربت، افلاس، بھوک، بیروزگاری اور مختلف بیماریاں ہیں۔ زمانے کے تبدیل ہوتے ہوئے سانچوں کے مطابق تکنیکس، لفظیات،

اسلوب، موضوعاتی تنوع اور ہر روز تبدیل ہوتی ہوئی صورتِ حال کو غزل نے قبول کیا۔ عہدِ جدید کے ادیب کی فکر زمانے کی نت نئی بدلتی ہوئی صورتِ حال سے جڑی ہوئی ہے اسی لیے اکیسویں صدی کی غزل میں سماجی شعور اور عصریت کا پہلو نمایاں ہے۔

اکیسویں صدی کی غزل میں اجتماعی لاشعور کی کارفرمائی نظر آتی ہے کیوں کہ جدید شعرا؛ نظری و فکری حوالوں سے آزادی کے طلب گار ہیں۔ وہ روایتی اور فکری جکڑبندیوں کو توڑ کر جدید تر فکری و عصری شعور کے ساتھ اپنی منزل کی جانب گامزن ہیں۔ جدید دور میں انسان کی متصادم کیفیات کی بدولت فرد کا دکھ، اکلاپا، ابہام، پراسراریت اور تہذیبی وثقافتی استعارے جیسے متعدد فکری رجحانات ہمارے معاصر شعری منظر نامے کا حصّہ رہے ہیں۔ ادبی اظہار میں برتے جانے والے اکثر الفاظ علامتی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر دور میں تخلیق ہونے والی غزل میں متنوع علامات کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ شاعر رمز و علامت کے انداز میں کسی تجربے کو بیان کرتا ہے تو پھر استعاراتی نظام کے پیرائے میں اپنے تخیل کو تخلیق میں ڈھال دیتا ہے اور یہ تخلیق الفاظ کو علامت کے معانی پہنا دیتی ہے اور علامت کی خوبی اس کی معنویت میں پنہاں ہوتی ہے۔

جدید شعرا نے قدیم علامتوں کو اپنے کلام میں اس طرح برتا ہے کہ ان کے معانوں میں نہ صرف جدت پیدا ہوئی ہے بل کہ ان کے مفاہیم بھی جگمگا اٹھے ہیں۔ اکیسویں صدی کے متعدد شعرا نے اردو ادب میں اپنے تخلیقی اظہار سے موضوعاتی اور اسلوبیاتی حوالے سے جدید رجحانات و امکانات پیدا کیے ہیں۔ ایک جگہ نوجوان شاعر دلاور علی آزر لکھتے ہیں:

سات دریاؤں کا پانی ہے مرے کوزے میں
بند اک تازہ کہانی ہے مرے کوزے میں (۵

ہمارا آج کا شاعر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے حوالے سے سابقہ ہر دور سے بہتر آگہی رکھتا ہے کیوں کہ نئی سوچ، نئی تکنیک اور گوناں گوں تجربات و مشاہدات کی بدولت نئی شاعری ایک مستقل مقام حاصل کر چکی ہے۔ اکیسویں صدی کا ذہن تخلیقی اعتبار سے تبدیل ہوا ہے یعنی ہمارا سوچنے کا انداز اور جینے کا ڈھنگ بدلا ہے، مسائل کی صورتیں تبدیل ہوئی ہیں۔ علاقائی تعصب، خاندانی ذات پات کا نظام، دہشت گردی، ڈینگی اور کرونائی صورتِ حال کی بدولت آج کی زندگی اور تصورات تبدیل ہوتے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رحمت علی شادؔ اپنے ایک تنقیدی مضمون میں رقم طراز ہیں:

"جہاں سائنسی اور سیاسی حوالے سے عہدِ جدید میں ہمیں نئے مسائل اور تبدیلیوں کا سامنا ہے وہاں علمی اور ادبی حوالے سے بھی معاشرہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اکیسویں صدی کی غزل میں خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ نئی صدی کے شعرا نے زیادہ تر موضوعات کو نئے اسلوب اور نئے انداز میں نہ صرف برتا بل کہ الفاظ کو نئے مفاہیم بھی عطا کیے ہیں۔ اردو غزل کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس میں طرح طرح کے تجربات اور موضوعات در آئے ہیں۔"(٦

سوشل میڈیا، ملٹی کلچر ازم اور گلوبلائزیشن کی بدولت چھوٹی تہذیبیں بڑی تہذیبوں میں ضم ہونے لگیں، مقامی کلچر کی جگہ عالمی کلچر فروغ پانے لگا؛ اسی وجہ سے ہماری آج کی نسل اپنے کلچر اور اپنی روایات و اقدار سے بہر حال دور ہوتی جا رہی ہے۔ آج ہماری سوچوں اور عمل میں کسی حد تک لایعنیت، بے معنویت اور لامرکزیت کا عنصر شامل ہو چکا ہے جس نے ہماری انفرادیت اور اجتماعیت کو خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ اسی حوالے سے نوید صادق لکھتے ہیں:

نگاہِ شوق! ترے انتظار کے دن ہیں
وگرنہ چاند اسی بام پہ نکلتا ہے (٧

آج کی اردو غزل کا تخلیقی عمل جبریت کا شکار نظر آتا ہے کیوں کہ نئی صدی خوش کن توقعات کی بجائے ابھی تک ناہموار رستوں پر ہی گامزن ہے۔ آج کے موجودہ ماحول میں شعرا متنوع مسائل سے دوچار ہیں اور زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں برق رفتاری اور تغیر و تبدل کا ان کو سامنا ہے۔ ادب میں نئے رجحانات اور نئی روشنیوں سے ان کا سابقہ ہے۔ قومی سطح پر ہی نہیں بل کہ بین الاقوامی سطح پر بھی پیدا شدہ حالات سے وہ متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے سامنے دگرگوں حالات اور تمام انسانی اقدار روبہ زوال ہیں؛ ایسے حالات میں بے یقینی، بے حسی کا احساس بڑھا ہے اور ایک طرح وجودیت، مایوسیت اور فراریت کا رجحان پروان چڑھا ہے۔ متعدد غزل گو شعرا کا فکری زاویہ بے چینی، بے اطمینانی اور بے قراری میں پنہاں دکھائی دیتا ہے لیکن بہت سے شعرا کے ہاں فنی و فکری جمود توڑنے کی عمدہ کاوش بھی نظر آتی ہیں جن کے ہاں نئی ادبی فکر اور تہذیبی و ثقافتی وژن

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.1.2025

نمایاں ہے۔ ان میں نئے فکری افق اور اسلوبیاتی شفق کی جستجو موجود ہے۔ ان کے ہاں خیال، جذبہ اور احساس کی تازگی کا عنصر عیاں ہے۔ اکیسویں صدی کے شعرا نے زیادہ تر موضوعات کو نئے اسلوب اور نئے انداز میں برتا ہے اور الفاظ کو نئے مفاہیم پہنا دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبد الحنان لکھتے ہیں:

"اس دور میں تمام ہنر مندی کو پسِ پشت چھوڑ کر غزلوں کا نیا لب و لہجہ اور نیا انداز شروع ہوا۔ غزل کے میکانکی اظہار میں نیا پن پیدا ہو گیا۔ ہر طرح کے افکار اور ذاتی محسوسات کو زندگی کے تقاضوں کے مطابق ڈھال کر غزلیں لکھی گئیں۔ اس دور کے تازہ دم شعرا ایک ردِ عمل کا مزاج لے کر آئے جن کی غزل میں روحِ عصر ہے؛ ذات کی شناخت، نئی لفظیات اور نئی تراکیب ہیں۔"(۸

اکیسویں صدی نے اردو غزل کو فنی و فکری حوالوں سے نئے خد و خال عطا کیے ہیں؛ اس لیے اس میں عصری آگہی اور خود شناسی کا عمل بھی موجود ہے۔ سائنسی ترقی اور خود شناسی کے اس عمل میں انسان کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ چاند سے مریخ اور مریخ سے مشتری کے سفر پہ روانہ ہے؛ اس لیے وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے ساری چیزوں کا علم ہے بل کہ یہ کائنات میری راہ گزر ہے۔ اس حوالے سے ایک جگہ حمیدہ شاہین لکھتی ہیں:

مجھے سب علم ہے، ساری خبر ہے
یہ کائنات میری رہگزر ہے(۹

آج کی غزل نے اپنے عہد اور مزاج کے مطابق فکر، لفظیات، ہیئت، تکنیک اور اسلوب کے ایسے معیارات اور پیمانے وضع کر لیے ہیں جو اس کی پہچان کا حوالہ بن گئے۔ موجودہ عہد میں تخلیق ہونے والی غزل میں اجتماعی لاشعور کی کار فرمائی نظر آتی ہے جس میں شعرا کسی بندھے ٹکے اصول کے پابند نظر نہیں آتے بل کہ وہ اپنے فکر و نظر کے حوالے سے مکمل آزاد دکھائی دیتے ہیں۔ آج کا شاعر اپنے باطن میں چھپی خواہشات کا برملا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ موجودہ دور میں تخلیق ہونے والی غزل کا کینوس خاصا وسیع دکھائی دیتا ہے کیوں کہ اس میں موضوعاتی، نظری اور فکری تنوع اور آزادی بھرپور تخلیقی بالیدگی کے ساتھ موجود ہے۔ اس حوالے سے نعمان شوق لکھتے ہیں:

"ایک سچے فنکار کو اپنے ذہن کے تمام دروازے کھلے رکھنے چاہییں تا کہ تازہ افکار و نظریات سے نابلد نہ رہے لیکن اپنے آپ کو کسی خاص نظریے کا تابع نہیں بنانا چاہیے کیوں کہ کوئی بھی نظریہ کتنا بھی عظیم کیوں نہ ہو ایک خاص وقت کے بعد معتوب و مردود قرار دے دیا جاتا ہے وہ اس لیے کہ تغیر و تبدل فطرت کا نظام ہے۔"(۱۰

مسلسل تغیر و تبدل سے دوچار آج کے موجودہ عہد میں کوئی بھی مخصوص نظریہ وضع کیا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ کسی بھی وقت اصول و قانون کا ایک بت ٹوٹتا ہے تو دوسرا جنم لے لیتا ہے۔ یقیناً آج کے شاعر نے فرسودہ روایات و اقدار، جمالیات و سماجیات اور فنی و فکری اسالیب کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ متنوع موضوعات ہمارے ادب کا حصّہ بن چکے ہیں۔ دراصل ادبی منظرنامہ کو عالمی رویوں سے ہم آہنگ کرنے کے اضطراب نے ہی شعرا کو سائبر اور انٹرنیٹ سے جا ملایا ہے؛ اسی وجہ سے ہماری زندگی مسلسل سیاسی و سماجی، مذہبی و ثقافتی اور فنی و فکری تبدیلیوں سے دوچار ہے۔ ادبا؛ چوں کہ معاشرے کے حساس افراد ہوتے ہیں اس لیے وہ نت نئی بدلتی صورتِ حال کا تمام لوگوں سے زیادہ اثر قبول کرتے ہیں؛ اسی لیے ادبا نے شعری حدود قیود سے نکل کر کھلی فضا میں سانس لیتے ہوئے اپنے فکری کینوس کو وسعت بخشی ہے۔ انہوں نے اپنی فکر اور اسلوب کو طے شدہ روایتی فارمولوں سے ہٹ کر نئی راہ اختیار کی ہے۔ عالم خورشید رقم طراز ہیں:

"بدلتے ہوئے وقت اور زندگی کی رفتار کے ساتھ ادب کے رنگ و روپ میں تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ ادب بہر حال وقت اور زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ بدلتے ہوئے حالات اور وقت کے تحت میں نے جو کچھ محسوس کیا؛ اسے کسی مصلحت کے بغیر اور کسی ازم کو اپنی راہ میں حائل کیے بغیر آزادانہ طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔"(۱۱

اکیسویں صدی کے غزل گو شعرا جہاں فرسودہ ازم سے باہر نکلنے کے لیے بے چین ہیں وہاں وہ پتھریلی سڑکوں پر چلنے کے بھی خواہاں ہیں۔ جو بھی ہے بہر حال نئی صدی کی یہ شاعری اپنے عہد، سماج اور ان کے مسائل کے بہت قریب ہے۔ غزل آج بھی اس لیے زندہ ہے کہ اس کی روایت میں معتبر شعرا کا خونِ جگر شامل ہے۔ نئے ادبی رجحانات کا اندازہ اس کے موضوعاتی تنوع، متعدد فنی تجربات اور وسیع کینوس سے لگایا جا سکتا ہے۔ سائنسی ترقی اور موضوعاتی تنوع نئی غزل میں نئی فضا اور نئے ذائقے کا باعث بنے۔ اس نئی صورتِ حال او اس کے اثرات کی چھاپ شعر و ادب پر واضح دیکھی جا سکتی ہے کیوں کہ اس میں اس طرح خیال کی وسعتیں اور اظہار کی نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئیں۔ نئی غزل

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JALT JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
aa



میں جہاں معاملہ بندی، قنوطیت، رجائیت اور اشتراک جیسے متعدد رجحانات تلاش کیے جاسکتے ہیں وہاں اس میں حسنِ خیال اور حسنِ تاثیر جیسے پہلو بھی مضمر ہیں۔ جدید غزل گو شعرا کا خیال تھا کہ غزل کے عمومی موضوعات و تصورات کو تبدیل کر کے ان کی جگہ ایک نیا تصور قائم کیا جائے اسی وجہ سے عہدِ حاضر کی غزل میں مخصوص رمزیات واشاریت اور ایمائیت جیسے عناصر عنقا ہو چکے ہیں۔

زندہ اور متحرک صنف کا بنیادی وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تخلیقی عہد کے ذوق اور مزاج سے مطابقت رکھتی ہو بلکہ تبدیل ہوتے وقت حالات کا بھرپور ساتھ دے۔ اردو غزل کی یہ خوبی رہی ہے کہ اس نے اپنے تخلیقی عہد کے مذاق اور مزاج سے بیگانگی نہیں برتی اور بدلتے ہوئے وقت اور تقاضوں کے مطابق فنی و فکری ہر دو حوالوں سے پورا پورا ساتھ دیا ہے، اسی وجہ سے غزل کی مقبولیت ہر دور میں قائم رہی ہے۔ اکیسویں صدی کی اردو غزل ہمارے انفرادی و اجتماعی جذبات واحساسات کے علاوہ ہمارے معاشرتی رویوں اور ذہنی رجحانات کی عکاس ہے۔ نئی صدی کی غزل نے معاشرے میں موجود ذہنی انتشار اور باطنی اضطراب کی ترجمانی بھی خوب کی ہے۔ رواں صدی میں اردو غزل تمام تر امکانات ورجحانات کے ساتھ شاعری کو درپیش مسائل کا مقابلہ بھی خوب کر رہی ہے۔ موجودہ تخلیق ہونے والی غزل میں نہ صرف نئی لفظیات کی دریافت ہے بل کہ نئی اور عمدہ تشبیہات واستعارات کا پورا علامتی نظام موجود ہے۔ اردو غزل ہی ایک ایسی صنف سخن ہے جو اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتی ہے جس میں فنی و فکری تنوع بدرجہ اتم دیکھا جاسکتا ہے۔

## حوالہ جات

1۔ ضیاء الحسن، ڈاکٹر، ن م راشد: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، 2008ء، ص:110
2۔ سعید راجہ، اس کی آنکھ بتا سکتی ہے، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز راول پنڈی، فروری 2018ء، ص:35
3۔ عزیز نبیل، خواب سمندر، انجمن محبانِ اردو ہند قطر، 2011ء، ص:45
4۔ داؤد محسن، ڈاکٹر، مضمون "نئی غزل کا منظر نامہ"، مشمولہ، نقد و بصیرت، داؤ نگرے، نیو بک باؤز، نومبر 2015ء، ص:67
5۔ دلاور علی آزرؔ، سات دریاؤں کا پانی، دہلی، ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2017ء، ص:24
6۔ رحمت علی شادؔ، ڈاکٹر، مضمون، اردو غزل میں جدت اور موضوعاتی تنوع، مشمولہ، نورِ تحقیق، جلد:3، شمارہ:10، اپریل تا جون 2019ء، ص:66
7۔ نوید صادق، مسافت، لاہور، نظمیہ پبلی کیشنز، فروری، 2018ء، ص:78
8۔ عبد الحنان سبحانی، ڈاکٹر، بہار میں جدید اردو غزل، دربھنگہ، سہ ماہی جہانِ اردو، جولائی تا دسمبر 2014ء، ص:45
9۔ حمیدہ شاہین، دشتِ وجود، لاہور، شرکت پرنٹنگ پریس، جنوری 2006ء، ص:57
10۔ نعمان شوق، پیش لفظ، اجنبی ساعتوں کے درمیان، دہلی، تخلیق کار پبلشرز، 1997ء، ص:7
11۔ عالم خورشید، پیش لفظ، زہر گل، پٹنہ، کراؤن آفسیٹ، 1998ء، ص:10